نمازِ تراویح

۲۰ رکعات

سنت موکدہ ہے

غیر مقلدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات

متکلم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تراویح بیس رکعت
سنت مؤکدہ ہے

مع

غیر مقلدین کے شبہات واعتراضات کے جوابات

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنت والجماعت، سرگودھا

ترتیب وپیشکش

احناف میڈیا سروس

www.ahnafmedia.com

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

برادران اہل السنت والجماعت! رمضان شریف کا مہینہ عالمِ روحانیت کا موسم بہار ہے۔ دن کو فرض روزہ رکھنا اور رات کو سنت تراویح ادا کرنا اس مبارک مہینہ کی مخصوص عبادات ہیں۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

شَهْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ۔

سنن ابن ماجۃ: ص94، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان

ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمھارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

اس ماہِ مبارک کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

مشکوۃ المصابیح: ج1، ص173

اس لیے اللہ والے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھتے ہیں اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے کہ شائد آئندہ سال ہمیں یہ مقدس گھڑیاں نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهٗ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ۔

شعب الایمان للبیہقی: ج3، ص310

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمرِ ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی

فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا ۔

صحیح مسلم: ج 1، ص 372، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

نیز امت کو بھی اس مہینے میں عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

صحیح بخاری: ج 1، ص 10، باب تطوع قیام رمضان من الایمان

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خود بھی بکثرت عبادت فرماتے تھے اور امت کو بھی بکثرت عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ جتنی عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہیے۔

قیام رمضان:

قیام رمضان (تراویح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت فرمایا۔ اسی پر حضرات خلفاءِ راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین و

حضرات مشائخ رحمہم اللہ عمل پیرا رہے، بلاد اسلامیہ میں چودہ سو سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت کا اسی پر اجماع ہے۔ آنے والے سطور میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

لفظ تراویح:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری ج4 ص317

ترجمہ: تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں، جیسے "تسلیمہ" ایک دفعہ سلام کرنے کو کہتے ہیں۔

نمازِ تراویح کی وجہ تسمیہ:

"ترویحہ" وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے۔ چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے، اس لیے تراویح کی چار رکعت کو ایک "ترویحہ" کہا جانے لگا اور چونکہ پوری تراویح میں پانچ ترویحے ہیں، اس لیے پانچوں کا مجموعہ "تراویح" کہلاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ التَّرَاوِيحَ ؛ لِأَنَّهُمْ أَول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4، ص317

ترجمہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام "تراویح" رکھا گیا ہے، اس لیے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے

تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے

حضور علیہ السلام نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ ہم اس کا بیان کریں گے، اور یہی مواظبت دلیل ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

سنن ابی داؤد: ج2، ص290، باب فی لزوم السنۃ

ترجمہ: تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر لفظ "علیکم" (تم پر لازم ہے) اور عضوا علیہا بالنواجذ (مضبوطی سے تھام لو) سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی اسی طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی جو کہ تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باجماعت نماز تراویح؛ تین راتیں:

آپ علیہ السلام سے تراویح کی جماعت صرف تین دن ثابت ہے، پورا مہینہ آپ علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نماز نہ پڑھائی جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِىَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ. قَالَ فَقَالَ « إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ ». قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلاَحُ.... ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.

سنن ابی داؤد ج1 ص204، باب فی قیام شہر رمضان

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورا مہینہ ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا!، آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی، جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے سحری رہ جائے گی، پھر باقی ایام بھی آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعدادِ رکعتِ تراویح:

دلیل نمبر 1:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص284 باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِن رُكْعَةٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج5 ص433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم 653، السنن الکبری للبیھقی ج2 ص496 باب مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے، امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح شمار ہو گی۔

شبہ:

زئی صاحب غیر مقلد نے لکھا: ”یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے“

(تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص28)

اور یہ بات نقل کی: ”وھو ضعیف-ھذا حدیث ضعیف“ (ایضاً)

نیز اس کے ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر جرح بھی کی ہے۔ یہی کچھ غلام مصطفی غیر مقلد نے لکھا ہے۔ (آٹھ رکعت نماز تراویح: ص6)

جواب نمبر 1:

اللہ تعالیٰ جناب کو فہم نصیب فرمائے۔ حدیث کے بارے میں نقل کیا کہ یہ ضعیف ہے اور حکم لگایا ”موضوع و من گھڑت ہے“ کیا ضعیف حدیث موضوع ہوتی

ہے؟[جبکہ زیرِ بحث حدیث درجۂ حسن کی ہے، اور مؤیدات کی وجہ سے قوی تر ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے]اگر یہی اصول جناب کے ہاں مسلم ہے تو سننِ اربعہ اور دیگر کتبِ حدیث کی جن روایات کو محدثین ضعیف بتلاتے ہیں ان پر شوق سے ”موضوع“ کا حکم لگائیے۔ جناب کی جانب سے حدیث کی ”عظیم خدمت“ ہو گی۔

اولاً:۔۔ ”ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ العنبسی“ جن پر موصوف نے جرح کی ہے وہ اتنا بھی مجروح نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ بعض محدثین سے اس کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء بھی ثابت ہے۔

1: امام شعبہ بن الحجاج م160ھ نے ابوشیبہ سے روایت لی ہے۔

(تہذیب الکمال للمزی: ج1، ص268، تہذیب التہذیب: ج1ص136)

اور غیر مقلدین کے ہاں اصول ہے کہ امام شعبہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔

(القول المقبول فی شرح صلوۃ الرسول: ص386، نیل الاوطار: ج1ص16)

اگر ابوشیبہ اتنا ضعیف راوی ہوتا جتنا زئی صاحب کہتے ہیں تو پھر امام شعبہ ان سے روایت نہ لیتے۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاساتذہ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ، ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کے زمانۂ قضاۃ میں ان کے کاتب تھے اور ان کے بڑے مداح تھے، فرماتے ہیں: ”ماقضی علی الناس یعنی فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ“

(تہذیب الکمال ج1ص270)

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان کے زمانۂ قضاء میں ان سے بڑھ کر کوئی قاضی نہیں ہوا۔

3: امام ابن عدی فرماتے ہیں: لہ احادیث صالحۃ (تہذیب الکمال ج1ص270)

ترجمہ: ابوشیبہ کی احادیث درست ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: وهو وإن نسبوه إلى الضعف خير من إبراهيم بن أبي حية۔

(تہذیب الکمال ج1 ص270)

ترجمہ: لوگوں نے ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کی طرف ضعیف ہونے کی نسبت کی ہے، لیکن یہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

اور ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: شيخ، ثقة كبير۔

(لسان المیزان ج1 ص53، رقم الترجمۃ 127)

ترجمہ: یہ شیخ ہیں اور بڑے ثقہ ہیں۔

تو جب ابراہیم بن ابی حیہ امام یحییٰ بن معین کے ہاں ثقہ ہے تو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ حد درجہ ضعیف کیوں؟ اور اس کی حدیث موضوع و من گھڑت کیوں؟

ثانیاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان پر کی گئی جروح میں سے بعض جروح مبہم و غیر مفسر ہیں اور بعض جروح غیر مقبول اور مردود بھی ہیں۔ مثلاً زئی صاحب نے لکھا ہے: ”اسے شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔“ (تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص29)

حالانکہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی پوری عبارت سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شعبہ کی یہ جرح ناقابل قبول ہے۔ خود علامہ ذہبی کے ہاں بھی یہ جرح غلط ثابت ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے:

كذبه شعبة لكونه روى عن الحكم عن ابن ابى ليلىٰ انه قال شهد صفين من اهل بدر سبعون فقال شعبة كذب والله لقد ذاكرت الحكم فما وجدنا شهد صفين احدا من اهل بدر غير خزيمة ۔قلت: سبحان الله! اما شهدها على؟ اما شهدها عمار؟

(میزان الاعتدال للذہبی: ج1 ص84)

ترجمہ: امام شعبہ نے ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شامل تھے۔ شعبہ نے کہا: واللہ! ابراہیم بن عثمان نے تو جھوٹی بات کہی ہے۔ میں نے خود امام حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے حضرت خزیمہ کے کسی کو اہل بدر سے نہیں پایا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: سبحان اللہ! کیا صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟ کیا صفین حضرت عمار رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟

اس تفصیل سے امام شعبہ کی تکذیب کی حقیقت واضح ہوگئی کہ انہوں نے تکذیب صرف اس وجہ سے کی تھی کہ ابراہیم نے حکم کے واسطے سے ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے۔ تو اس سے ابراہیم کا جھوٹا ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ جھوٹ تو اس وقت ثابت ہوتا کہ جب شعبہ حکم کے پاس مذاکرہ کرنے گئے تو حکم سرے سے اس بیان کا انکار کر دیتے لیکن حکم اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ امام حکم نے بیان کیا تھا لیکن اب وہ ستر کا عدد ثابت نہ کر سکے۔ تو اس میں ابراہیم کا کیا قصور ہے؟! علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے بھی امام شعبہ کے اس بیان کو یوں رد کر دیا کہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تو یقیناً شریک تھے۔ تو پھر متعین ایک ہی کیسے ثابت ہوا؟ کم سے کم تین کہیے یعنی اس طرح اور تحقیق کر لیجیے، ممکن ہے اور نکل آئیں۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی شعبہ کی یہ جرح مردود ہے، لیکن علی زئی صاحب کی ”دیانت“ کو بھی داد دیجیے۔

ثالثاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے اور اسے ضعیف بھی بتلایا گیا ہے لیکن یہ اتنا بھی ضعیف نہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً ترک کر دیا جائے بلکہ دیگر

مؤیدات کی وجہ سے (جن کا بیان آگے آرہاہے) یہ روایت اس قدر مستحکم و قوی ہوجاتی ہے کہ ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہے۔ چنانچہ محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی فرماتے ہیں:

”ابو شیبہ کی یہ حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی کے مسلمانوں کا علانیہ عمل اس کے موافق تھا یا کم از کم آخر میں وہ لوگ اسی پر جم گئے اور روایتوں سے حضرت علی کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے اور ہر چار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اس کے موافق رہاہے۔ ان باتوں کے انضمام سے ابو شیبہ کی حدیث اس قدر قوی و مستحکم ہوجاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہو جاتی ہے۔“

(رکعات تراویح ص60)

جواب نمبر2:

اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو روایت صحت کا درجہ پا لیتی ہے۔

1: امام شافعیؒ (204ھ) فرماتے ہیں:

حدیث لا وصیہ لوارث إنه لا یثبته أهل الحدیث ولکن العامه تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوة ناسخا لآیه الوصیه له۔

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوي ج1 ص289)

ترجمہ: محدثین اس حدیث کو ثابت نہیں مانتے لیکن علماء نے اس کو قبول کرلیا ہے اور

اس پر عمل بھی کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان محدثین علماء نے اس حدیث کو آیت وصیت کا ناسخ قرار دیا ہے۔

2: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح.

(تدریب الراوی ص29)

ترجمہ: بعض محدثین کا موقف ہے کہ حدیث پر صحیح ہونے کا حکم اس وقت (بھی) لگایا جائے گا جب امت اس حدیث کو قبول کر لے، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔

3: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و ذهب بعضهم الى ان الحديث اذا تأيد بالعمل ارتقى من حال الضعف الى مرتبة القبول. قلت: وهو الاوجه عندي.

(فیض الباری شرح البخاری: ج3، ص: 409 کتاب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث)

ترجمہ: بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث کی تائید جب (امت کے) تعامل کے ساتھ ہو تو وہ درجہ ضعف سے درجہ قبولیت پا لیتی ہے۔ میں (علامہ کشمیری رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہی رائے میرے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

4: غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری نے اعتراف کیا: ”بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں“

(اخبارِ اہل حدیث مورخہ 19 اپریل 1907 بحوالہ رسائلِ اعظمی ص331)

لہذا یہ روایت تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح و حجت ہے۔

جواب نمبر 3:

اس حدیث کو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ سے روایت کرنے والے چار محدث

ہیں:

1: یزید بن ہارون: (مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص284)

2: علی بن جعد: (المعجم الکبیر للطبرانی ج5 ص433 رقم11934)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: (المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم653،)

4: منصور بن ابی مزاحم: (السنن الکبری للبیہقی ج2 ص496)

اور یہ چاروں حضرات ثقہ ہیں:

1: یزید بن ہارون: ثقہ، متقن ۔ (تقریب التہذیب ص638)

2: علی بن جعد: ثقہ، صدوق ۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج10 ص466)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: ثقہ ثبت۔ (تقریب التہذیب ص475)

4: منصور بن ابی مزاحم: ثقہ ۔ (تقریب التہذیب ص576)

ان ثقہ و عظیم محدثین کا ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ سے بیس رکعت نقل کرنے میں متفق ہونا قوی تائید ہے کہ یہ حدیث ثابت و صحیح ہے ورنہ یہ ثقہ حضرات اس طرح متفق نہ ہوتے۔

دلیل نمبر2:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللہِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلَّی النَّاسَ اَرْبَعَۃً وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَۃٍ ۔

(تاریخ جرجان للسہمی ص317، فی نسخۃ142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ و سلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح)

اور تین وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے۔

فائدہ: اس روایت کو تلقی امت بالقبول حاصل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ اربعہ اور مشائخِ امت رحمہم اللہ نے اس پر عمل فرمایا ہے اور بلادِ اسلامیہ و حرمین شریفین میں اسی بیس رکعت کا معمول رہا ہے۔ محدثین حضرات نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تلقی امت بالقبول سے حدیث درجہ صحت کو پا لیتی ہے۔[حوالہ جات گزر چکے ہیں]

لہذا یہ روایت درجہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ:

اس میں دو راوی محمد بن حمید الرازی اور عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہیں۔

جواب:

یہ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

محمد بن حمید الرازی: (م248ھ)

آپ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج:5 ص:547)

اگرچہ بعض محدثین سے جرح منقول ہے لیکن بہت سے جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح بھی فرمائی ہے مثلاً:

1: امام احمد بن حنبل: وثقہ (ثقہ قرار دیا)۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی ج:1 ص:40)

اور ایک بار فرمایا ”لایزال بالری علم مادام محمد بن حمید حیاً“۔ (جب تک محمد بن حمید زندہ ہیں مقام ری میں علم باقی رہے گا)

(تہذیب الکمال للمزی ج:8 ص:652)

2: امام یحی بن معین: ثقة، لیس به باس، رازی کیس [ثقہ ہے اس احادیث پر کوئی کلام نہیں، سمجھ دار ہے] (ایضاً)

3: امام جعفر بن عثمان الطیالسی: ثقة۔ (تہذیب الکمال ج:8 ص:653)

4: علامہ ابن حجر: الحافظ [حافظ ہے]۔

(تہذیب التھذیب ج:5 ص:547)

5: علامہ ہیثمی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ”وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقة“ [بزاز کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے اور وہ ثقہ ہے]۔

(مجمع الزوائد ج:9 ص:475)

چونکہ اس پر کلام ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے، لہذا اصولی طور پر یہ حسن درجہ کا راوی ہے۔

عمر بن ہارون البلخی: (م294ھ)

آپ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ بعض حضرات نے جرح کی ہے لیکن بہت سے ائمہ نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں: ”الحافظ، الامام، المکثر، عالم خراسان، من اوعیة العلم“ [علم کا خزانہ تھے] کثیر الحدیث، وارتحل [حصول علم کے اسفار کئے] ثقة، مقارب الحدیث۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج:1 ص:249، 248، سیر اعلام النبلاء ج:7 ص:148 تا 152، تہذیب التہذیب ج:4 ص:315 تا 317)

لہذا اصولی طور پر آپ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

تنبیہ: راقم نے سہ ماہی مجلہ "قافلہ حق" ج:4 ش:3 میں ایک تحقیقی مضمون "مسئلہ 20 تراویح ۔۔۔ دلائل کی روشنی میں" تحریر کیا تھا بعض آل حدیث نے الحدیث ش76 میں بازاری زبان استعمال کرکے اس پر لایعنی اعتراض کئے جن میں سے ایک اعتراض اس حدیث پر بھی تھا جس کا جواب ادارہ کی جانب سے اگلے شمارہ میں بعنوان "بوتل فروش یا ایمان فروش" دے دیا گیا، افادۃً پیش خدمت ہے:

بوتل فروش یا ایمان فروش

بوتل فروش صاحب لکھتے ہیں کہ: "گھمن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے۔ چار رکعت فرض کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا"۔ (الحدیث ش76 ص33)

جائزہ:

حدیث مبارک کے متن میں الفاظ موجود ہیں [اربعة وعشرين ركعة واوتر بثلاثة] اس میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی مکمل نماز کا ذکر ہے اور یہ ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو عقل کی نعمت سے محروم نہ کر دیا گیا ہو کہ رمضان المبارک میں امام پہلے باجماعت چار فرض اور پھر بیس رکعات تراویح اور آخر میں تین رکعات وتر پڑھتا ہے مثلاً:

1: امام ابن بطال م 449ھ نے حضرت عطاء بن ابی باح سے " يصلون ثلاثا وعشرين ركعة" نقل کیا یعنی وہ حضرات 23 رکعات ادا فرماتے تھے اور پھر یوں وضاحت فرمائی" الوتر منها ثلاثا "کہ ان میں تین رکعات وتر ہے۔

(شرح البخاری لابن بطال ج3 ص146)

2: امام ابن عبد البر م 463ھ نے سائب بن یزید سے "وکان القیام علی عھدہ [یعنی علی عھد عمر] بثلاث وعشرین رکعۃ "یعنی حضرت عمر کے زمانہ مبارک میں 23 رکعت ادا کی جاتی تھیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "وھذا محمول علی ان الثلاث للوتر " یہ اس بات پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر ہوتے تھے۔

(التمہید لابن عبد البر ج3 ص519، الاستذکار لابن عبد البر ج2 ص96 ومثلہ فی عمدۃ القاری علی البخاری لحافظ العینی عن ابن عبد البر ج8 ص245)

3: امام ابن عبد البر نے ہی سیدنا اب عباس سے مرفوعاً یہ الفاظ تخریج فرمائے ہیں کہ " کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ "کہ آپ رمضان میں بیس رکعات ادا فرماتے تھے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وھذا ایضا سوی الوتر اور یہ وتر کے علاوہ کی نماز ہے۔ (التمہید لابن عبد البر ج4 ص519)

4: امام ابن حجر م852ھ نے سیدنا سائب بن یزید سے "عشرین رکعۃ "نقل فرمایا اور پھر یوں وضاحت فرمائی کہ وھذا محمول علی غیر الوتر اور یہ وتر کے علاوہ پر محمول ہے۔ (فتح الباری ج4 ص321)

خلفاء راشدین اور تراویح:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے لگے تھے، مختلف جماعتوں میں یا متفرق ہو کر الگ الگ ٹولیوں میں بٹ کر تراویح پڑھتے رہتے تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھتے تھے لیکن کبھی اس پر ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ پسندیدگی کا اظہار فرما کر رضامندی کی سند عطا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَإِذَا أُنَاسٌ فِى رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِى نَاحِيَةِ

الْمَسْجِدِ فَقَالَ « مَا هَؤُلاَءِ ». فَقِيلَ هَؤُلاَءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّى وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلاَتِهِ. فَقَالَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- « أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا ».

(سنن ابی داؤد ج1 ص204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ حافظ قرآن نہیں ہیں اس لیے ابی بن کعب کی اقتداء میں نماز (تراویح) ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت ثعلبہ بن ابی مالک القرظی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ:

قَالَ: « قَدْ أَحْسَنُوا ، أَوْ قَدْ أَصَابُوا ». وَلَمْ يَكْرَهْ ذَلِكَ لَهُمْ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص495)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام انصار و مہاجرین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی نماز تراویح کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عہد نبوی کے آخری ایام میں موجود تھا یعنی انفرادی یا متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

(صحیح البخاری: ج1 ص269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: عہد نبوی والا یہ معاملہ خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک اسی طرح قائم رہا۔

یعنی عہد صدیقی میں نہ مستقل طور پر باجماعت قیام رمضان تھا اور نہ متفرق جماعتوں میں رکعتوں کی کوئی تعیین۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مختصر دور خلافت میں ارتداد، جھوٹے نبیوں اور مانعین زکوۃ وغیرہ جیسے فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا، اس لیے اس امر کی طرف باقاعدہ توجہ نہ دی جا سکی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا باجماعت تراویح کا اہتمام:

22 جمادی الثانی 13ھ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور انہی کے انتخاب پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ تقریباً دو ماہ بعد رمضان المبارک آ گیا۔ اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عکیم الجھنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمر نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا:

فان هذا الشهر كتب عليكم صيامه، ولم يكتب عليكم قيامه، فمن استطاع منكم ان يقوم فليقم فانها نوافل الخير فمن لم يسقطع فلينم على فراشه۔

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص204، باب قیام رمضان)

ترجمہ: یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل خیر ہیں اور جو قیام کی طاقت نہ رکھے وہ بستر پر نیند کرے۔

گویا خلافت فاروقی کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی

اوراس کا درجہ نوافل یا استحبابی سنت کا رہا، لیکن اگلے سال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکم جاری فرمادیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات کو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی جانب نکلا، دیکھا کہ لوگ متفرق ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے تھے۔

فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ

(صحیح البخاری: ج1 ص269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان کو ایک امام پر جمع کردوں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا۔ کچھ دن بعد آپ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کردیا۔ اس کے بعد ایک رات ہم نکلے تو لوگ مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا طریقہ ہے۔

سابقہ صفحات میں واضح ہوا کہ باجماعت تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھائی، اس پر مداومت نہ فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ باجماعت قیام رمضان کا اجراء فرمایا۔

تراویح کے سنت فاروقی ہونے کا مطلب:

نماز تراویح کو "سنت فاروقی" اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا اور پورا مہینہ اس کی ادائیگی

کا حکم فرمایا چنانچہ علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی لکھتے ہیں:

وفی الاوائل للعسکری: اول من سن قیام رمضان عمر سنۃ اربع عشرۃ۔

(الحاوی للفتاوی: ج1، ص336)

ترجمہ: علامہ عسکری کی کتاب ”الاوائل“ میں ہے کہ رمضان کی جماعت کا باقاعدہ قیام حضرت عمر نے سن چودہ ہجری میں جاری فرمایا۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب اول من جمع الناس علی قیام شھر رمضان الرجال علی ابی بن کعب والنساء علی سلیمان بن ابی حثمۃ۔

(الحاوی للفتاوی ج1 ص336، السنن الکبری للبیھقی ج2 ص494)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو قیام رمضان یعنی تراویح پر مجتمع فرمایا چنانچہ مردوں کا امام حضرت ابی بن کعب اور عورتوں کا امام حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو بنایا۔

الحاصل نفس تراویح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور اس کا باقاعدہ قیام اور باجماعت جاری کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین دن جماعت تراویح کروائی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پورا ماہ اس کا اہتمام کیوں کروایا ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا ماہ اسے اس لیے

باجماعت ادا نہیں فرمایا تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور امت اس کی ادائیگی سے عاجز آکر گنہگار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ۔

(سنن النسائی: ج1 ص237، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت الخ)

ترجمہ: مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے، اگر فرض ہو جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے ادا نہ کر سکو۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو سلسلہ وحی بھی بند ہو گیا۔ اب اس کے فرض ہونے کا احتمال بھی ختم ہو گیا تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشاء نبوت کو سامنے رکھتے ہوئے پورا مہینہ اس کے باقاعدہ اہتمام کا حکم دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

استنبط عمر ذلك من تقرير النبی صلی الله علیه و سلم من صلی معه فی تلك اللیالی وأن كان كره ذلك لهم فإنما كرهه خشية أن يفرض عليهم ... فلما مات النبی صلی الله علیه و سلم حصل الأمن من ذلك ورجح عند عمر ذلك ... وإلی قول عمر جنح الجمهور۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4 ص320)

ترجمہ: کہ صحابہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناپسندیدگی کے باوجود منع نہیں فرما رہے تھے وجہ اس ناپسندیدگی کی یہ تھی کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اس کے فرض ہونے کا خوف نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں یہی بات راجح ٹھہری کہ تراویح کے باجماعت پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے اور جمہور حضرات نے آپ کی

بات کو قبول کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعتِ تراویح:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کی تعداد رکعت بیان کرنے والے چھ حضرات ہیں۔ یہ تمام حضرات بیس رکعات ہی روایت کرتے ہیں (مضطرب وضعیف روایات کا کوئی اعتبار نہیں) ذیل میں روایات پیش خدمت ہیں:

1: حضرت ابی بن کعب:

عَنۡ اُبَیِّ بۡنِ کَعۡبٍ اَنَّ عُمَرَ اَمَرَ اُبَیًّا اَنۡ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فِیۡ رَمۡضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوۡمُوۡنَ النَّہَارَوَ لَایُحۡسِنُوۡنَ اَنۡ یَّقۡرَأُ وۡا فَلَوۡقَرَأۡتَ الۡقُرۡآنَ عَلَیۡہِمۡ بِاللَّیۡلِ فَقَالَ: یَاآمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ! ھٰذَا شَیۡئٌ لَمۡ یَکُنۡ۔ فَقَالَ؛ قَدۡعَلِمۡتُ وَلٰکِنَّہٗ اَحۡسَنُ۔ فَصَلّٰی بِہِمۡ عِشۡرِیۡنَ رَکۡعَۃً۔

(مسند أحمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیري ج2 ص424 باب في قیام رمضان ومارو ي في عدد رکعاتہ،)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المومنین ! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس

رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

آل حدیث نے لکھا: ”یہ روایت اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری میں بغیر کسی سند کے احمد بن منیع کے حوالے مذکور ہے۔ سر فراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی“ (مقدار رکعات قیام رمضان ص74)

غلام مصطفی ظہیر غیر مقلد نے بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھا: ”بے سند روایات وہی پیش کرتے ہیں جنکی اپنی کوئی سند نہ ہو۔“ (آٹھ رکعت نماز تراویح ص8)

جواب:

اللہ تعالی جناب کو اخلاق حسنہ عطا فرمائے، الاحادیث المختارہ للمقدسی میں یہ روایت سند کے ساتھ موجود ہے۔ جناب کی ”تسلی“ کے لئے سند پیشِ خدمت ہے:

أخبرنا أبو عبداللہ محمود بن أحمد بن عبدالرحمن الثقفی بأصبهان أن سعید بن أبی الرجاء الصیرفی أخبرهم قراءة علیه أنا عبدالواحد بن أحمد البقال أنا عبیداللہ بن یعقوب بن إسحاق أنا جدی إسحاق بن إبراهیم بن محمد بن جمیل أنا أحمد بن منیع أنا الحسن بن موسی نا أبو جعفر الرازی عن الربیع بن أنس عن أبی العالیة عن أبی بن کعب أن عمر أمر أبیا أن یصلی بالناس فی رمضان الحدیث

[الاحادیث المختارۃ للمقدسی ج3 ص367 رقم 1161]

تنبیہ:۔۔۔۔ علامہ ابن تیمیہ حضرت ابی بن کعب کے بیس رکعت پڑھانے کو ثابت مانتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

" قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة ویوتر بثلاث فرأی اکثر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر"۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ص186 / ج1، فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ص112 ج23)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت مہاجرین اور انصار صحابہ کے سامنے پڑھی ہیں اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

(تجلیات صفدر ج3 ص317 تا318)

2: حضرت سائب بن یزید:

1: عَنْ يَزِيْدِ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ مِنَ الْقُرْآنِ،

(مسند ابن الجعد ص413 رقم الحدیث 2825)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

2: عن یزید بن خصیفة عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ

شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبری للبیھقی ج2 ص496 باب مَا رُوِیَ فِی عَدَدِ رَکَعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ.)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں [صحابہ کرام باجماعت] بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

3: روی مالك من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد عشرين ركعة۔

(نیل الاوطار للشوکانی ج2 ص514)

ترجمہ: امام مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ (عہد فاروقی میں) بیس رکعت تراویح تھیں۔

تنبیہ: یہ طریق صحیح البخاری ج1 ص312 پر موجود ہے۔

4: عن السائب بن يزيد قال... القيام على عهد عمر ثلاثة وعشرين ركعة۔

(مصنف عبد الرزاق ج4 ص201، حدیث نمبر 7763)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین رکعت (وتر) اور بیس رکعت (تراویح) پڑھی جاتی تھی۔

5: عن السائب بن يزيد قال: كنا نقوم فى زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج2 ص305 باب قیام رمضان رقم الحدیث 1365)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

تصحیح روایت سائب بن یزید:

1: امام نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (مرقات ج2 ص194)

2: علامہ نیموی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص222)

بعض شبہات کا ازالہ:

بعض الناس نے اس پر مضحکہ خیز شبہات کئے ہیں مثلاً:

1: اس روایت میں قیام کرنے والوں کا تعارف نامعلوم ہے۔۔۔ ان لوگوں کے نام بتائیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ (تعداد رکعات قیام رمضان: ص77، 78)

جواب: روایت میں واضح موجود ہے کہ یہ لوگ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور کے لوگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ صحابہ و تابعین ہی ہیں، کوئی غیر مسلم نہیں۔ کیونکہ معرفۃ السنن للبیہقی میں ہے کہ سائب بن یزید خود فرماتے ہیں: ”کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب“ [حوالہ سابقہ] کہ ”ہم“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں الخ

اور سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص263) جو اپنے ہم عصر اصحاب یعنی کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کی تراویح کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر بعض الناس کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور اس دور کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف نہ ہو اپنی ”تحقیق“ کو داد دیں اور اس اثر صحیح پر لایعنی اعتراض سے باز رہیں۔

2: آل حدیث نے لکھا: یہ روایت شاذ ہے۔ (تعداد رکعات قیام ص16)

جواب: آل حدیث کا یہ قول بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سائب بن یزید کا یہ اثر شاذ نہیں اس لیے کہ یہ ابی بن کعب، یزید بن رومان، عبد العزیز بن رفیع، یحی بن سعید، محمد بن کعب القرظی کی روایات کے مطابق ہے جن میں بیس رکعات کا ذکر ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

3: حضرت محمد بن کعب القرظی:

قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ۔

(قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

شبہ:

یہ روایت مرسل و منقطع ہے، کیونکہ محمد بن کعب القرظی کی حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب:

محمد بن کعب القرظی [م120ھ] خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔

(تقریب التہذیب ص534)

اور جمہور محدثین خصوصاً احناف و موالک کے ہاں خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص138 وغیرہ)

پس روایت صحیح و قابل استدلال ہے۔

4: حضرت یزید بن رومان:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(موطا امام مالک: ص 98)

ترجمہ: یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر)

اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

شبہ:

بعض غیر مقلد شبہ پیش کرتے ہیں کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، اس لئے یہ سند منقطع ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان ص 77)

جواب نمبر 1:

یہ اثر موطا امام مالک (ص 98) میں موجود ہے اور موطا امام مالک کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے:

قال الشافعي: أصح الكتب بعد كتاب الله موطأ مالك، واتفق أهل الحديث على أن جميع ما فيه صحيح على رأي مالك ومن وافقه، وأما على رأي غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع إلا قد اتصل السند به من طرق أخرى، فلا جرم أنها صحيحة من هذا الوجه، وقد صنف في زمان مالك موطآت كثيرة في تخريج أحاديثه ووصل منقطعه، مثل كتاب ابن أبي ذئب وابن عيينة والثوري ومعمر۔

(حجۃ اللہ البالغۃ: ص 281، باب طبقات کتب الحدیث)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب موطا

امام مالک ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح ومقبول مانتے ہیں) اور دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسا نہیں ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی سند متصل نہ ہو، اور امام مالک کے زمانے میں موطا کی حدیثوں کی تخریج کے لیے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لیے بہت سے موطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر کی کتابیں۔

پس لاعلم لوگوں کا اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر2:

یزید بن رومان م130ھ ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص632)

اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع وارسال عند المحدثین خصوصاً احناف ومالکیہ کے ہاں صحت حدیث کے منافی نہیں۔ پس روایت صحیح وقابل استدلال ہے۔

پس اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر3:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال الشافعي: يُقْبَلُ إن اعْتَضَد بمجيئه مِن وجهٍ آخرَ يُبايِنُ الطريقَ الأُولى، مسنَداً أو مرسَلاً۔

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص101)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرسل کی تائید جب کسی دوسرے طریق سے ہو جائے جو طریق اول کے مباین ہی کیوں نہ ہو تو مقبول ہوتی ہے چاہے وہ دوسرا طریق

مسند ہو یا مرسل۔

اور یزید بن رومان کے اثر کو دیگر کئی مرسلوں سے تائید حاصل ہے (جن کا بیان آگے آرہا ہے) پس یہ اثر بالاتفاق مقبول ہے۔

5: حضرت یحیٰ بن سعید:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285، باب کم یصلی في رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔

شبہ:

بعض آل حدیث نے لکھا: یحیٰ بن سعید نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

(ملخصاً مقدار قیام رمضان ص76)

جواب:

امام یحیٰ بن سعید م 144ھ خیر القرون کے ثقہ و نیک محدث ہیں۔ (تقریب التہذیب ص622)

اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع و ارسال عند الجمہور خصوصاً عند الاحناف صحت حدیث کے منافی نہیں۔ پس اثر صحیح ہے۔

6: حضرت عبد العزیز بن رفیع

آپ رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس،

حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کے شاگرد ہیں، صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ج4 ص189، 190)

آپ فرماتے ہیں:

كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

فائدہ: مشہور قول کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب: ج1 ص178)

گویا عبد العزیز بن رفیع نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کو ذکر کیا ہے، اس لیے ہم ان کی روایت اس باب میں لائے ہیں۔

شبہ:

بعض غیر مقلدین نے لکھا: عبد العزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

جواب:

امام عبد العزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔

(تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے اور روایت ٹھیک ہے۔

7: حضرت حسن بصری

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص211 باب القنوت فی الوتر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

شبہ:

بعض الناس نے لکھا: ”عشرین رکعۃ“ کے الفاظ دیو بندی تحریف ہے۔ محمود الحسن دیوبندی (1268-1339) نے یہ تحریف کی ہے، ”عشرین لیلۃ“ بیس راتیں کی بجائے ”عشرین رکعۃ“ بیس رکعتیں کر دیا۔ (آٹھ رکعت نماز تراویح ص9)

بعض نے یوں لکھا: یہ بات سفید جھوٹ ہے۔ (مقدار رکعات قیام رمضان ص30)

جواب:

اولاً:۔۔۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ ایک غیر مقلد سلطان محمود جلالپوری کے جواب میں فرماتے ہیں:

” ابو داؤد کے دو نسخے ہیں، بعض نسخوں میں عشرین رکعۃ اور بعض میں عشرین لیلۃ ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی دو قرائتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہیے،

ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن حیلہ بہانے سے انکار حدیث کے عادی سلطان محمود جلا لپوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور الٹا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا۔“

(تجلیات صفدر ج3 ص316)

ثانیاً:۔۔۔ جلیل القدر محدثین و محققین نے اس روایت کو نقل کیا اور ”عشرین رکعۃ“ ہی نقل کیا ہے، مثلاً:

1: علامہ ذہبی نے ابو داؤد کے حوالے سے ”عشرین رکعۃ“ نقل کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج3 ص176، 177، تحت ترجمہ ابی بن کعب رقم الترجمہ: 223)

2: علامہ ابن کثیر۔ (جامع المسانید والسنن ج1 ص55)

3: الشیخ محمد علی الصابونی۔ (الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص56)

4: شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ (سنن ابی داؤد بتحقیق شیخ الہند ج1 ص211)

5: نسخہ مطبوع عرب۔ (ص1429 بحوالہ تجلیات صفدر ج3 ص316)

یہ 5 حوالہ جات لاعلم لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کافی ہیں۔

فائدہ: حضرت عمر کے زمانے میں پڑھی جانے والی تراویح کے چھ راوی گزر چکے ہیں جو ”عشرین رکعۃ“ نقل کرتے ہیں، یہ زبردست تائید ہے کہ ”عشرین رکعۃ“ والا نسخہ ابی داؤد بھی صحیح و ثابت ہے۔ والحمد للہ

خلاصہ روایات:

ان روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قولاً، فعلاً اور تقریراً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی اور یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں شروع فرمایا جس کا کسی

نے بھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیرمن العلماء ان ذلك هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج23ص122)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لیے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے مہاجرین اور انصار کو بیس ہی پڑھائیں۔ اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعتِ تراویح:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھی۔ قراء حضرات دو دو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور مقتدی شدت قیام کی وجہ سے تھک جاتے اور لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج2ص496 باب مَارُوِیَ فِی عَدَدِ رَکَعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَہْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح پر عمل ثابت ہوتا ہے نیز حضرات خلفاء خود بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر تراویح ادا کرتے۔ چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبری میں تصریح ہے:

ان عمر وعثمان کانا یقومان فی رمضان مع الناس فی المسجد۔

(ج1ص194)

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ ہی باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعتِ تراویح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی پڑھی جاتی تھی۔ اس تراویح کو روایت کرنے والے تین حضرات ہیں۔ ان کی مرویات پیشِ خدمت ہیں:

1: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

رَوَی الْاِمَامُ الْحَافِظُ زَیْدُ بْنُ عَلِیٍّ الْھَاشِمِیُّ فِیْ مُسْنَدِہٖ کَمَا حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ اَمَرَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلَاۃَ الْقِیَامِ فِیْ شَھْرِ رَمْضَانَ اَنْ یُّصَلِّیْ بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً یُّسَلِّمُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ وَیُرَاوِحَ مَابَیْنَ کُلِّ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ۔

(مسند الامام زید ص159، 158)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کرلے اور (یہ بھی حکم دیا کہ قاری) سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس روایت کی سارے راوی اہل بیت کے ہیں اور ثقہ ہیں۔

2: حضرت ابو عبد الرحمن السلمی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ ، فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلاً يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً. قَالَ : وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوتِرُ بِهِمْ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص496)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علی خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ نمبر 1:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس میں ایک راوی حماد بن شعیب ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ اگرچہ حماد بن شعیب کی بعض ائمہ نے تضعیف کی ہے لیکن دیگر ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے مثلاً:

1: امام ابن عدی فرماتے ہیں: یکتب حدیثہ مع ضعفہ (لسان المیزان: ج2 ص348)

یعنی اس کی حدیث اس کے ضعف کے باوجود لکھی جاسکتی ہے۔

اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک "یکتب حدیث" کا جملہ الفاظ تعدیل میں شمار ہوتا ہے۔(توضیح الکلام ج1 ص547)

2: امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے ۔(تہذیب الکمال: ج8 ص378)

3: علامہ ابن تیمیہ نے اسی حماد بن شعیب والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (منہاج السنہ ج2 ص224)

4: امام بیہقی نے اس اثر علی کو اثر شتیر بن شکل کی قوت کے لیے روایت کیا ہے جو دلیل ہے کہ یہ امام بیہقی کے نزدیک قوی ہے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص996)

5: علامہ ذہبی جیسے ناقد فن نے اس پر المنتقیٰ ص542 پر سکوت فرمایا ہے۔ (تجلیات صفدر ج3 ص323)

6: امام ترمذی حضرت علی سے مروی اس بیس رکعت والی روایت کو صحیح مانتے ہیں جب ہی تو استدلال کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم عشرین رکعة۔(سنن الترمذی ج1 ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لہذا اصولی طور پر حماد بن شعیب حسن الحدیث درجہ کا راوی ہے اور حدیث مقبول ہے۔

ثانیاً:۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کی تراویح کے راوی حضرت حسین اور

ابو الحسناء بھی ہیں۔ لہذا اس سند میں اگر ضعف ہو (جبکہ یہ حسن درجہ کی روایت ہے) تو ان مویدات کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔

شبہ نمبر 2:

ایک غیر مقلد نے لکھا: ”عطاء بن السائب “مختلط راوی ہے، حماد بن شعیب ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے اس سے قبل الاختلاط سنا ہے۔

(آٹھ رکعت نماز تراویح ص13)

جواب:

اولاً: ۔۔۔ عطاء بن السائب اگر آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ ان کی احادیث ضعیف قرار دی جائیں بلکہ باجود اختلاط کے محدثین کے ہاں ان کی احادیث کم از کم ”حسن“ درجہ کی ضرور ہیں۔ مثلاً:

1: امام ہیثمی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں: ”وفیہ عطاء بن السائب وفیہ کلام وھو حسن الحدیث“ (مجمع الزوائد ج3 ص142، باب التکبیر علی الجنازۃ)

ترجمہ: اس روایت میں عطاء بن السائب ہے، اس میں کلام ہے لیکن ان کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔

2: علامہ ذہبی فرماتے ہیں: تابعی مشہور حسن الحدیث۔

(المغنی فی الضعفاء: ج2 ص59، رقم الترجمۃ 4121)

ترجمہ: یہ مشہور تابعی ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

3: امام حاکم عطاء بن السائب کی ایک روایت جسے جریر بن عبد الحمید نے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

صحیح الاسناد (المستدرک للحاکم: ج5 ص350، کتاب التوبۃ والإنابۃ)

حالانکہ جریر کا سماع بعد الاختلاط کا ہے۔ (الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: ج2 ص750)

معلوم ہوا آپ اختلاط کے باوجود "حسن الحدیث" ہیں۔

4: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وكان اختلط بآخره ولم يفحش حتى يستحق ان يعتدل به عن مسلك العدول۔ (تہذیب التہذیب ج4 ص493)

ترجمہ: عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے لیکن اتنے فاحش اور زیادہ مختلط بھی نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل (وثقہ) ہیں راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔

5: امام مسلم: انہوں نے عطاء بن السائب کو مقدمہ مسلم میں قابل اعتماد اور طبقہ ثانیہ کا راوی شمار کیا ہے جن سے صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔ (مقدمہ مسلم ص:3)

لہذا یہ حسن الحدیث راوی ہے اور روایت حسن درجہ کی ہے۔

ثانیاً: ۔۔۔اس روایت کی مؤید دیگر روایات بھی ہیں جن میں حضرت حسین اور حضرت ابو الحسناء کے طریق ہیں۔ پس یہ روایت مؤیدات کی وجہ سے حجت و قابل اعتماد ہے۔

3: حضرت ابو الحسناء:

عَنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ: أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285، السنن الکبری ج2 ص497)

ترجمہ: ابو الحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

فائدہ: اس روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے "حکم" دینے کا ذکر ہے۔

شبہ:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ابو الحسناء مجہول العین ہے، لہذا روایت ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ عند الاحناف خیر القرون کی جہالت، تدلیس اور ارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابو الحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابو عبد الرحمن سلمی بھی یہی روایت کرتے ہیں۔

(تجلیات صفدر ج3 ص328)

ثانیاً:۔۔۔ ابو الحسناء سے دو راوی یہ روایت نقل کر رہے ہیں:

1: عمرو بن قیس۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

2: ابو سعید البقال۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص497)

اور یہ دونوں بالترتیب ثقہ اور صدوق ہیں۔ (تقریب التہذیب ص456 وص299)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں؛ من روی عنه اکثر من واحد ولم یوثق الیه الاشارة بلفظ مستور او مجهول الحال. (تقریب التہذیب: ص111)

ترجمہ: جس راوی سے ایک سے زائد راوی روایت کریں اور اس کی توثیق کی گئی ہو تو اس کی طرف لفظ مستور یا مجہول الحال سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

یہاں ابو الحسناء سے بھی دو راوی یہ روایت کر رہے ہیں۔ لہذا اصولی طور پر یہ مجہول نہیں بلکہ مستور راوی بنتا ہے۔ غیر مقلدین کا اسے مجہول العین کہہ کر روایت رد کرنا شرمناک ہے۔

الحاصل ابو الحسناء مستور راوی ٹھہرتا ہے اور محدثین کے ہاں قاعدہ ہے کہ مستور کی متابعت کوئی دوسرا راوی کرے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو تو اس کی روایت حسن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ومتی تُوبعَ السیءُ الحفظ بمُعْتَبَرٍ: کأنْ یکونَ فَوْقَهُ، أو مِثلَهُ، لا دونه، وکذا المختلِط الذی لم یتمیز، والمستور، والإسناد المرسل، وکذا المدلَّس إذا لم یُعْرف المحذوف منه صار حدیثُهم حسناً، لا لذاته، بل وصْفُهُ بذلك باعتبارِ المجموع“

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص234)

ترجمہ: جب سئی الحفظ راوی کی متابعت کسی معتبر راوی سے ہو جائے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو کم نہ ہو، اسی طرح مختلط راوی جس کی روایت میں تمیز نہ ہو سکے اور اسی طرح مستور، مرسل اور مدلس کوئی تائید کر دے تو ان سب کی روایات حسن ہو جائیں گی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت کے اعتبار سے۔

ابو الحسناء کی متابعت ابو عبد الرحمن نے کی ہے۔

(السنن الکبری للبیھقی ج2 ص496)

اور یہ ابو الحسناء سے بڑھ کر ثقہ راوی ہے۔ اس لئے ابو الحسناء کی یہ روایت جمہور کے نزدیک بھی مقبول ہے۔

خلاصہ روایات: ان روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعت تراویح پر مواظبت کی گئی۔

دیگر صحابہ و تابعین اور بیس رکعت تراویح:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن زمانوں کے خیر اور تمام زمانوں

سے بہتر ہونے کی خبر دی ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ الحدیث۔

(صحیح البخاری: ج1 ص362، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ: تمام زمانوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چشم دید گواہ ہیں، ان کی راست گفتاری اور صدق مقال پر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے جس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھا اسی پر ہمیشہ کاربند رہے، اسی طرح حضرات تابعین رحمہ اللہ نے بھی حضرت صحابہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کو لیا اور پوری زندگی کے لیے راہِ عمل بنا لیا۔

تراویح کے بارے میں جس طرح حضرات خلفاء راشدین کا عمل تھا کہ بیس رکعت پڑھتے اور حکم دیتے رہے دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ بھی بیس رکعت ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ذیل میں ان شخصیات میں سے چند کا عمل پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح ہی پڑھی اور پڑھائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

مشہور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک اٹھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی

کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ ان کے بارے میں حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمْضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْاَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی اعمش فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی مکمل سند عمدۃ القاری شرح البخاری للعلامۃ العینی میں موجود ہے، افادۃً نقل کی جاتی ہے:

رواہ محمد بن نصر المروزی قال أخبرنا یحیی بن یحیی أخبرنا حفص بن غیاث عن الأعمش عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود۔

(عمدۃ القاری ج8 ص246 باب فضل من قام رمضان)

اور یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بڑا قاری ہونے کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح

اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

شبہ:

آل حدیث نے لکھا: عبد العزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ (مقدار قیام رمضان از زئی غیر مقلد ص76)

جواب:

امام عبد العزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔

(تقریب التہذیب: ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ:

آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے (تہذیب ج4 ص488)

آپ فرماتے ہیں:

ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2 ص285)

ترجمہ: میں نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امام ابراہیم النخعی:

مشہور فقیہ اور اہل کوفہ کے نامور مفتی ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب: ج1 ص168)

آپ فرماتے ہیں:

ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان

(کتاب الآثار بروایۃ ابی یوسف: ص 41 باب السہو)

ترجمہ: لوگ رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

اس روایت کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

چند شبہات کا ازالہ:

غیر مقلد زئی صاحب نے اس روایت پر چند شبہات کئے۔ ان کے جوابات پیشِ خدمت ہیں تاکہ موصوف کا مبلغِ علم معلوم ہو جائے۔

شبہ نمبر 1:

یوسف بن ابی یوسف کی توثیق نامعلوم ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب کتاب کی نسبت صاحب کتاب کی طرف مشہور ہو تو نیچے کے راوی دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

لان الکتاب المشهور الغنی بشهرته عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفه

(النکت لابن حجر ص56)

ترجمہ: جو کتاب مشہور ہو (کہ فلاں مصنف کی ہے) تو اس کی شہرت ہمارے اور مصنف

کتاب کے درمیان سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

لہذا توثیق کا سوال باطل ہے۔

ثانیاً:۔۔۔ الجواہر المضیئۃ میں علامہ قرشی نے ان کے حالات لکھے ہیں جن سے ان کا فقیہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور فقیہ ہونا توثیق ہے (دیکھئے الجواہر المضیئۃ ص438۔439)

شبہ نمبر2:

قاضی ابو یوسف پر جرح۔۔۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ یہ جرح مردود ہے، اس لئے کہ امام ابو حنیفہ سے ان کی مدح وثناء اور توثیق ثابت ہے کہ جب ایک بار امام ابو یوسف بیمار ہوئے اور امام ابو حنیفہ عیادت کے لیے آئے تو فرمایا: ”ان یمت ھذا الفتی فھو اعلم من علیھا واوما الی الارض“

[اگر یہ جوان فوت ہو گیا تو علم کا نقصان ہو گا کیونکہ یہ زمین پر اعلم ہے]

ثانیاً:۔۔۔ ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین نے آپ کو حافظ الحدیث، اثبت فی الحدیث، صاحب السنۃ، افقہ الفقہاء، سید الفقہاء، ثقۃ وغیرہ فرمایا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے حسن التقاضی من سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی للعلامۃ الکوثری)

لہذا ان پر جرح باطل ہے۔

سیدنا شتیر بن شکل:

نامور تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ سے بھی روایت لی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج3 ص138)

آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مُصنف ابن اَبي شيبة: ج2 ص285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رُكْعَةٍ)

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور (تین رکعت) وتر پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا ابو البختری:

آپ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید وغیرہ کے شاگرد ہیں اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے۔ (تہذیب ج2 ص679)

آپ کے بارے میں روایت ہے

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مُصنف ابن اَبي شيبة: ج2 ص285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رُكْعَةٍ.)

کہ آپ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا سوید بن غفلہ:

آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور دیگر غیرہ صحابہ کی زیارت کی ہے اور ان سے روایت لی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج3 ص107)

آپ کے بارے میں ابو الخصیب روایت کرتے ہیں:

كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(السنن الكبرى للبيهقي ج2 ص496 باب مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.)

ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ ہمیں رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

سیدنا ابن ابی ملیکہ:

مشہور تابعی ہیں، اہل علم میں اپنا مقام رکھتے تھے، تیس صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ج4 ص559)

آپ کے متعلق نافع بن عمر کہتے ہیں:

كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2 ص285 باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِن رَكْعَةٍ.)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر:

آپ کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم وغیرہ سے روایت لی ہے۔ اہل کوفہ میں علمی مقام رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ظلماً قتل کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب: ج2 ص625)

آپ کے بارے میں اسماعیل بن عبد المالک فرماتے ہیں:

کان سعید بن جبیر یؤمنا فی شهر رمضان فکان یقرأ بالقراءتین جمیعا یقرأ لیلة بقراءة بن مسعود فکان یصلی خمس ترویحات۔

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص204 باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قراء تیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی

قرأت (اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپ رحمہ اللہ پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

سیدنا علی بن ربیعہ:

آپ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت سمرہ بن جندب جیسے جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں قابل اعتماد ہستی تھے۔

(تہذیب التہذیب: ج4ص596)

حضرت سعید بن عبید رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2ص285 باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا حارث:

عَنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285 باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر، سیدنا سعید بن ابی الحسن، سیدنا عمران العبدی:

یہ تینوں حضرات حضرت علی کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت یونس رحمہ اللہ سے

روایت فرماتے ہیں:

ادرکت مسجد الجامع قبل فتنة ابن الاشعث یصلی بهم عبدالرحمن بن ابی بکر وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح۔

(قیام اللیل للمروزی: ص158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

خلاصہ روایات: ان روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین کرام رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

جمہور علماء کا موقف اور اجماع امت:

(1)۔۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اجمع الصحابہ علی ان التراویح عشرون رکعة۔

(المرقات ج3ص194)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت تراویح ہونے پر اجماع کیا ہے۔

نیز شرح نقایہ میں لکھتے ہیں:

فصار اجماعا لما روی البیهقی باسناد صحیح: انهم کانوا یقیمون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی رضی اللہ عنه۔

(ج1ص342، فصل فی صلاۃ التراویح)

ترجمہ: پس (بیس رکعت) پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس

رکعتیں پڑھتے تھے، ایسے ہی خلافت عثمان اور خلافت علی رضی اللہ عنہما میں بھی۔

(2)۔۔

وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابوحنیفة والنووی والشافعی واحمد والجمهور واختاره ابن عبدالبر۔

(اتحاف سادۃ المتقین ج3 ص422 بحوالہ تجلیات صفدر ج3 ص328)

ترجمہ: اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا، امام ابو حنیفہ، امام نووی، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور حضرات نے (بیس رکعت تراویح) کو اختیار کیا ہے اور اسی کو علامہ ابن عبد البر نے بھی پسند کیا ہے۔

(3)۔۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة۔

(سنن الترمذی ج1 ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(4)۔۔ مشہور فقیہ، ملک العلماء علامہ ابو بکر الکاسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب بدائع الصنائع میں اس اجماع کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

والصحیح قول العامة لماروی ان عمر رضی الله عنه جمع ابی بن کعب فیصلی بهم فی کل لیلة عشرین رکعة ولم ینکر علیه احد فیکون اجماعا منهم علی ذلك۔

(بدائع الصنائع ج1 ص644)

ترجمہ: صحیح عام علماء ہی کا قول ہے، اس لیے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی

اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا انہوں نے ان کو ہر رات بیس رکعت پڑھائیں اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس یہ صحابہ کرام کی طرف سے بیس رکعت پر اجماع ہو گیا۔

(5)۔۔ مشہور محدث علامہ ابوزکریا یحیی بن شرف نووی دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم ان صلاۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء وھی عشرون رکعۃ۔

(کتاب الاذکار ص226)

ترجمہ: جان لیں کہ نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

(6)۔۔ علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج8 ص246)

ترجمہ: بیس رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے اور یہی قول اہل کوفہ، امام شافعی اور اکثر فقہاء کرام کا ہے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی یہی قول صحت سے مروی ہے، صحابہ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

(7)۔۔ خاتمۃ المحققین وسیع النظر عالم علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وھی عشرون رکعۃ) ھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا۔

(رد المحتار لابن عابدین شامی ج2 ص495)

ترجمہ: بیس رکعت ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقاً غرباً پوری امت کا عمل ہے۔

(8)۔۔ استاذ المحدثین فقیہ النفس، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ اپنے رسالہ الحق الصریح میں فرماتے ہیں:

الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ رضی اللہ عنہ در آخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شد پس سنت باشد وکسیکہ از سنت آہ انکار دارد خطاست۔ (الحق الصریح ص14)

خلاصہ یہ کہ بیس رکعات کا ثبوت اجماع صحابہ سے ثابت شدہ ہے، لہذا یہی سنت ہے اور جو شخص اس کے سنت ہونے کا انکار کرے وہ غلطی پر ہے۔

بلاد اسلامیہ میں تعداد تراویح:

بلاد اسلامیہ، اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوتے ہیں خصوصاً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور مبارک ہو تو ان میں اسلام کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ رمضان المبارک میں جب ان پر نظر ڈالی جائے تو ان میں مسلمان بیس تراویح پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں مشہور اسلامی شہروں میں پڑھی جانے والی تراویح کی مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اہل مکہ:

1: امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

وبمكة بثلاث وعشرين (نیل الاوطار: ج1 ص514)

مکہ میں تئیس رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھے جاتے ہیں۔

2: امام عطاء بن ابی رباح مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں دو سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج4 ص488)

آپ مکی ہیں، اپنے شہر میں پڑھی جانے والی تراویح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ادركت الناس وهم يصلون ثلاث وعشرين ركعة بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب كم يصلي في رمضان من ركعة)

میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

3: مشہور امام فقیہ محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: هكذا ادركت ببلدنا بمكة

يصلون عشرين ركعة

(جامع الترمذی: ج1 ص166)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔

اہل مدینہ:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دارالخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقی میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، جیسا کہ ما قبل باتفصیل گزرا کہ دور صدیقی و عثمانی میں مدینہ منورہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

1: حضرت ابن ابی ملیکہ مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں (تہذیب التہذیب: ج3 ص559)

آپ کے متعلق نافع بن عمر فرماتے ہیں:

كان ابن ابی مليكة يصلی بنا فی رمضان عشرين ركعة.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِن رُكعَةٍ)

حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

2: حضرت داؤد بن قیس رحمہ اللہ جو مدینہ کے رہنے والے تھے، مشہور محدث و حافظ تھے، فرماتے ہیں:

ادركت الناس بالمدينة فی زمن عمر بن عبدالعزيز وابان بن عثمان يصلون ستا وثلاثين ركعة ويوترون بثلاث

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِن رُكعَة)

میں نے مدینہ میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اور ابان بن عثمان کے دور میں لوگوں کو چھتیس رکعت (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

36 رکعات تراویح کیسے بنی؟ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

تشبیھا باھل مکۃ حیث کانوا یطوفون بین کل ترویحتین طوافا ویصلون رکعتیہ ولایطوفون بعدالخامسۃ فاراد اھل المدینۃ مساواتھم فجعلوا مکان کل طواف اربع رکعات۔ (الحاوی للفتاوی ج1ص336)

ترجمہ: اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مشابہت کے لیے 36 رکعات اختیار کرلیں کیونکہ اہل مکہ چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کرلیتے تھے اور پانچویں ترویحۃ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ پر 4 رکعات کے بعد 4 رکعات (نفل) پڑھ لیتے تھے۔

گویا ان کی اضافی رکعات تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔ تراویح فقط بیس رکعات ہی تھیں۔

اہل کوفہ:

کوفہ ایک اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی میں 17ھ میں بحکم امیر المومنین تعمیر کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے عظیم المرتبت صحابی کو تعلیم و تدریس کے لیے کوفہ شہر بھیجا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دارالخلافہ بنایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس شہر میں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے۔ امام بخاری فرماتے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ کوفہ طلب حدیث کے لیے کتنی مرتبہ گیا ہوں۔ (مقدمہ نصب الرایۃ للکوثری ملخصًا)

1: کوفہ کے مشہور فقیہ، مفتی اہل کوفہ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں:

الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان (کتاب الاثار: ص 41)

لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

2: مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر جنہوں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ

جیسے القدر صحابہ سے علم حاصل کیا کوفہ ہی میں شہید کیے گئے، آپ کے بارے میں منقول ہے:

عن إسماعيل بن عبد الملك قال كان سعيد بن جبير يؤمنا فى شهر رمضان فكان يقرأ بالقراءتين جميعا يقرأ ليلة بقراءة بن مسعود فكان يصلى خمس ترويحات

(مصنف عبد الرزاق ج4 ص204 باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؒ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قراء تیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعودؓ کی قرأت (اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپؒ پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

3: حضرت شتیر بن شکل، حضرت علی کے شاگرد تھے کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مُصنف ابن أبي شيبة، ج2 ص285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَة)

حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

4: حضرت حارث ہمدانی، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے، 65ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنِ الْحَارِثِ : أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285 باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

حضرت حارثؒ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

5: مشہور تابعی امام سفیان ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے، 161ھ میں وفات پائی۔ آپ بھی بیس رکعات تراویح کے قائل تھے:

قال الترمذی رحمہ اللہ: روی عن عمر و علی وغیرھما من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول الثوری۔

(سنن الترمذی ج1 ص166 باب ما جاء فی قیام شھر رمضان)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی موقف امام سفیان ثوری کا بھی ہے۔

اہل بصرہ:

حضرت یونس بن عبید جو حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین کے شاگرد اور سفیان ثوری و شعبہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں:

ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بھم عبدالرحمن بن ابی بکر وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس ترا ویح۔

(قیام اللیل للمروزی ص158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور بیس رکعات تراویح:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس طریقوں کی حفاظت و تدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ حضرات

ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لیے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے، یہ تمام ائمہ بیس رکعات کے قائل تھے، تفصیل پیش خدمت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ:

امام اعظم فی الفقہاء امام ابو حنیفہ اور آپ کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

1: علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

فاختار ...ابو حنیفۃ... القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر۔ (ج1ص214)

امام ابو حنیفہ کے ہاں قیام رمضان بیس رکعت ہے، وتر علاوہ ہیں۔

2: امام فخر الدین قاضی خان حنفی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

عن ابی حنیفۃ قال القیام فی شھر رمضان سنۃ.... کل لیلۃ سوی الوتر عشرین رکعۃ خمس ترویحات (فتاوی قاضی خان ج1ص112)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔

3: علامہ ابن عابدین شامی جو فقہ حنفی کے عظیم محقق ہیں، فرماتے ہیں:

(قولہ وعشرون رکعۃ) وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا

(رد المحتار ج2ص495)

بیس رکعتیں ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقاً غرباً پوری امت کا عمل ہے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

امام مالک نے ایک قول کے مطابق بیس رکعت تراویح کو مستحسن کہا ہے۔ چنانچہ علامہ

ابن رشد فرماتے ہیں:

واختار مالك فی احد قولیه ..... القیام بعشرین رکعة (بدایه المجتهد ج1ص214)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔

دوسرا قول چھتیس رکعت کا ہے جن میں بیس رکعت تراویح اور سولہ نفل تھیں تفصیل گزر چکی ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ:

ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں، آپ فرماتے ہیں:

احب الی عشرون ..... وکذالك یقومون بمکة (قیام اللیل ص159)

مجھے بیس رکعت تراویح پسند ہے، مکہ میں بھی بیس رکعت پڑھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔

(جامع الترمذی ج1 ص166 باب ماجاء فی قیام شھر رمضان)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔

مشہور شافعی عالم محقق العصر امام نووی دمشقی فرماتے ہیں:

اعلم ان صلوۃ التراویح سنة باتفاق العلماء وھی عشرون رکعة۔

(کتاب الاذکار: ص226)

جان لو کہ تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔ چنانچہ فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

والمختار عندابی عبداللہ (احمد بن حنبل)فیھا عشرون رکعة وبھذا قال الثوری وابوحنیفہ والشافعی (المغنی ج1ص802)

ترجمہ: مختار قول کے مطابق امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل تھے اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔

مشائخ عظام اور بیس رکعت تراویح:

امت مسلمہ میں جو مشائخ گزرے ہیں ان کا عمل، اخلاق اور حسنِ کردار اس امت کے لیے قابل اتباع ہے، ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی بیس رکعت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جو یقیناً رشد وہدایت کی دلیل ہے۔ چند مشہور مشائخ کی تصریحات پیش خدمت ہیں۔

1: شیخ ابو حامد محمد غزالی م505ھ:

التراویح وھی عشرون رکعة و کیفیتھا مشھورة وھی سنة مو کدة۔

(احیاء العلوم ج1ص123)

ترجمہ: تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ معروف اور مشہور ہے اور یہ سنت موکدہ ہیں۔

2: شیخ عبد القادر جیلانی م561ھ:

آپ علوم اسلامیہ کے ہر فن میں بے بدل عالم، تصوف وسلوک کے مشہور امام تھے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں تراویح سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

صلوة التراویح سنة النبی وھی عشرون رکعة،(ص: 267، 268)

تراویح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور یہ بیس رکعت ہے۔

3: شیخ امام عبد الوہاب شعرانی م 973ھ:

آپ مشہور محدث، فقیہ اور سلسلہ تصوف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "المیزان الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:

التراویح فی شهر رمضان عشرون رکعة (ص153)

ترجمہ: تراویح رمضان میں بیس رکعت ہے۔

حرمین شریفین اور بیس رکعات تراویح:

اسلام کے دو مقدس حرم؛ حرم مکہ و حرم مدینہ میں چودہ سو سال سے بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا ثابت نہیں بلکہ بیس رکعت ہی متوارث و متواتر عمل رہا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سوسالہ تاریخ پر "التراویح اکثر من الف عام" کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرما کر ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سالہ مدت میں بیس رکعت متواتر عمل ہے، اس سے کم ثابت نہیں۔ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کی طرف سے کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ مکہ مکرمہ کے استاذ شیخ محمد علی صابونی کا ایک رسالہ "الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح" کے نام سے شائع کیا گیا ہے جس میں شیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ و مسجد حرام میں ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھے جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ احادیث و آثار، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے افعال، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(1)۔۔۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی، خود بھی پڑھتے رہے، تین دن اس کی جماعت کرائی اور امت کے لیے اسے مسنون قرار دیا۔

(2)۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کی احادیث سے ظاہر ہے۔ چونکہ ان روایات کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجہ میں ہیں۔

(3)۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر مواظبت فرمائی اور بیس رکعت پر امت کو جمع کیا۔ تمام مہاجر وانصار صحابہ کی موجودگی میں اس پر اجماع ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

(4)۔۔۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور حضرات تابعین بھی بیس رکعت تراویح کے قائل وفاعل رہے۔

(5)۔۔۔ ائمہ اربعہ رحمہ اللہ اوران کے مقلدین بیس رکعت ہی پڑھتے چلے آ رہے ہیں، گویا یہ عملاً متوارث ومتواتر ہے۔

(6)۔۔۔ بلاد اسلامیہ خصوصاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ وکوفہ وغیرہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہے۔

(7)۔۔۔ امت مسلمہ کے مشائخ وبزرگان بیس رکعت پر ہی عمل پیرا رہے۔

(8)۔۔۔ عرصہ چودہ سو سال سے اسلام کے عظیم مراکز حرمین شریفین میں بیس رکعت ہی پڑھائی جاتی ہیں اور آج بھی رمضان المبارک کی بہاروں میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی ہے۔

اللہ تعالی ہمیں بھی اس سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

غیر مقلدین کے موقف اور شبہات کی حقیقت

محترم قارئین! سابقہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ نماز تراویح بیس رکعات ہی ہیں، لیکن غیر مقلدین اس متوارث عمل کو چھوڑ کر آٹھ رکعت پر اکتفاء کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے خود ساختہ موقف پر چند ”دلائل“ پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے اس موقف اور دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

نمبر 1:

غیر مقلدین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں کہ اس سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن عبد الرحمن نے ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

”ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلاتسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلاتسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا“

(صحیح بخاری)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھے، پس کچھ نہ پوچھو کتنی حسین و لمبی ہوتی تھیں، اس کے بعد پھر چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور لمبی ہوتی تھیں، پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

اس روایت سے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال باطل ہے، اس لیے کہ:

1: اس میں ”رمضان وغیر رمضان“ میں ہمیشہ گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے، غیر رمضان میں نہیں۔ حدیث کے جملہ ”ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ“ سے یہی بات سمجھ میں آرہی ہے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہے اور وہ نمازِ تہجد ہے [وضاحت آگے آرہی ہے]

2: اس حدیث میں گیارہ رکعت تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ اور تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔

3: اس میں ایک سلام سے چار رکعت کا ذکر ہے جبکہ تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

جواب نمبر 2:

محدثین کے نزدیک بھی یہ حدیث تراویح کے متعلق نہیں۔ کیونکہ عام طور پر حضرات محدثین کا طرز یہ ہے کہ تہجد کے لیے ”باب قیام اللیل“ اور تراویح کے لیے ”باب قیام رمضان“ قائم کرتے ہیں۔ مثلاً۔۔۔

نام کتاب	باب تہجد	باب تراویح
صحیح بخاری	باب فضل قیام اللیل	باب فضل من قام رمضان
صحیح مسلم	باب صلوۃ اللیل	باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح

سنن ابی داؤد	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شہر رمضان
سنن ترمذی	باب فی فضل صلوۃ اللیل	باب ماجاء فی قیام شہر رمضان
سنن نسائی	کتاب قیام اللیل	ثواب من قام وصام
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی قیام اللیل	باب ماجاء فی قیام شہر رمضان
موطا امام مالک	باب فی صلوۃ اللیل	باب فی قیام رمضان
موطا امام محمد	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شہر رمضان
مشکوۃ شریف	باب فی صلوۃ اللیل	باب قیام شہر رمضان
ریاض الصالحین	باب فضل قیام اللیل	باب استحباب قیام رمضان وھو التراویح
صحیح ابن حبان	فصل قیام اللیل	فصل فی التراویح
مجمع الزوائد	باب فی صلوۃ اللیل	قیام رمضان
سنن کبری للبیہقی	باب فی صلوۃ اللیل	باب فی قیام شہر رمضان
جمع الفوائد	صلوۃ اللیل	قیام رمضان والتراویح وغیر ذالک
قیام اللیل للمروزی	باب فی صلوۃ اللیل	قیام رمضان
بلوغ المرام	صلوۃ التطوع	قیام رمضان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کو محدثین نے باب صلوۃ اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً

صحیح البخاری۔۔۔ج 1 ص 154 کتاب التہجد

صحیح مسلم۔۔۔ ج 1 ص 254 باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل

سنن ابی داؤد۔۔۔ج 1 ص 189 باب صلاۃ اللیل

سنن الترمذی۔۔۔ج1ص98باب صلاۃ اللیل

موطاامام مالک۔۔۔ص99باب فی صلوۃ اللیل

سنن النسائی۔۔۔ج1ص237کتاب قیام اللیل

زادالمعادلابن القیم۔۔۔ص 125قیام اللیل

حضرات محدثین کا اس حدیث کو قیام اللیل(یعنی تہجد کے باب) میں ذکر کرنا دلیل ہے کہ یہ تہجد سے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے متعلق۔

جواب نمبر2پر اعتراض:

اس روایت کو امام بخاری "باب فضل من قام رمضان" اور امام محمد "باب قیام شهر رمضان" میں بھی لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تراویح کے متعلق ہے۔

جواب:

امام بخاری اور امام محمد اس روایت کو تہجد اور قیام رمضان وغیرہ میں لائے تاکہ ثابت کریں کہ تہجد جس طرح غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے اسی طرح رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے۔

فائدہ: غیر مقلدین کا خود بھی اس روایت پر عمل نہیں، اس لیے کہ اس روایت میں رمضان اور غیر رمضان میں تین رکعات وتر کا ذکر ہے لیکن غیر مقلدین ایک وتر پڑھ کر گھر کی راہ لیتے ہیں۔

نمبر2:

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان ثمان رکعات واوتر ،فلما کانت القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج ،فلم نزل فیہ حتی اصبحنا ثم دخلنا ،فقلنا یا رسول اللہ اجتمعنا البارحۃ فی المسجد ورجونا ان تصلی بنا فقال انی خشیت ان یکتب علیکم

(المعجم الصغیر للطبرانی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعتیں اور تین وتر پڑھائے۔ جب دوسری رات ہوئی تو ہم مسجد میں جمع ہو گئے۔ ہم اس امید میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، ہم اسی انتظار میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم رات کو اس امید پر جمع ہوئے تھے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف تھا کہ یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ ہو جائے۔ [اس لیے نہیں پڑھائی]

یہی روایت صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اور قیام اللیل للمروزی میں بھی موجود ہے۔

جواب:

مذکورہ کتب میں یہ روایت دو سندوں سے آتی ہے۔

1: اسحاق - ابوالربیع - یعقوب قمی - عیسی بن جاریۃ - جابر بن عبد اللہ

2: محمد بن حمید الرازی - یعقوب قمی - عیسی بن جاریۃ - جابر بن عبد اللہ

ان دونوں طریق میں درج ذیل رواۃ ضعیف و مجروح ہیں۔

عیسی بن جاریہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی ہیں عیسی

بن جاریہ، انہی پر اس روایت کا مدار ہے، ابن خزیمہ کے حاشیہ پر اس کے بارے میں لکھا ہے: عیسی بن جاریہ فیہ لین (صحیح ابن خزیمہ ج1 ص 531)

ترجمہ: عیسیٰ بن جاریہ میں کمزوری ہے۔

دیگر محدثین نے بھی اس پر جروح کی ہیں:

1: امام یحیٰ بن معین: لیس بذاك عندہ منا کیر [یہ شخص قوی نہیں نیز اس کے پاس منکر روایات پائی جاتی ہے]

2: امام نسائی: منکر الحدیث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

3: امام ابو داؤد: منکر الحدیث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

4: امام نسائی: متروك الحدیث [اس کی روایات کو محدثین نے ترک کر دیا ہے]

5: امام ابن عدی: احادیثہ غیر محفوظة [اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں]

6: امام ساجی: ضعفاء میں شمار کیا۔

7: امام عقیلی: ضعفاء میں شمار کیا۔

(میزان الاعتدال ج3 ص 312، تہذیب التہذیب ج5 ص 193، 192)

یعقوب قمی:

یہ راوی دونوں سندوں میں موجود ہے۔ اس کا نام یعقوب بن عبد اللہ القمی ہے۔ یہ بھی مجروح راوی ہے۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں: لیس بالقوی۔

(میزان الاعتدال ج5 ص 178)

یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

پس یہ روایت ضعیف، متروک اور صحیح روایات کے مقابلے میں ناقابل حجت ہے۔

نمبر 3:

حدثنا عبد الاعلى حدثنا يعقوب عن عيسى بن جا رية حدثنا جا بر بن عبد الله قال جا ء ابی ابن كعب الى رسو ل الله صلى الله عليه و سلم فقا ل يا رسول الله صلى الله عليه و سلم ان كان منى الليلة شئى يعنى فى رمضا ن قال وما ذاك يا ابى قال: نسوة فى دا رى قلن انا لا نقرأالقرآ ن فنصلى بصلا تك قال فصليت بهن ثمان ركعات ثم او ترت قال فكان شبه الرضا ء ولم يقل شيئا ۔

(مسند ابی یعلی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آج رات میرے ساتھ ایک بات پیش آئی یعنی رمضان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! وہ کیا بات ہے؟، حضرت ابی نے کہا: میرے گھر میں عورتیں تھیں، انہوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، اس لیے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گی، تو میں نے انہیں آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔ تو یہ رضاء کی مثل ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا۔

جواب نمبر 1:

اس سند میں وہی عیسی بن جاریہ اور یعقوب القمی موجود ہیں، جو سخت مجروح اور ضعیف ہیں۔ ان پر جرح ہم ماقبل میں ذکر کر آئے ہیں۔ لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر 2:

اس روایت کے تمام طرق جمع کریں تو کئی قرائن ملتے ہیں کہ اس روایت میں

اضطراب ہے۔

1: یہ روایت تین کتابوں میں ہے۔ مسند احمد میں سرے سے "رمضان" کا لفظ ہی نہیں، مسند ابی یعلی میں" یعنی رمضان "کا لفظ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہم راوی ہے نہ کہ روایت، قیام اللیل مروزی میں "فی رمضان" کا لفظ ہے جو یقیناً کسی تحتانی راوی کا ادراج ہے۔ جب اس روایت میں "فی رمضان" کا لفظ ہی مدرج ہے تو اسے تراویح سے کیا تعلق رہا؟

2: مسند ابی یعلی اور قیام اللیل للمروزی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت ابی بن کعب کا ہے جبکہ مسند احمد کی روایت میں الفاظ ہیں: عن جابر عن ابی بن کعب قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ و سلم الخ۔۔ [حضرت جابر حضرت ابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کسی اور کا ہے، حضرت ابی بن کعب کا نہیں۔

3: ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آٹھ رکعت پڑھنے والا یہ کہتا ہے: "انه کان منی اللیلة شئی" [رات مجھ سے یہ کام سرزد ہو گیا] اور "عملت اللیلة عملاً" [میں نے آج رات ایسا عمل کیا]۔ معلوم ہوا کہ اس نے اسی رات آٹھ پڑھیں تھیں اس سے پہلے معمول آٹھ کا نہیں تھا، اس لئے تو اس نے کہا کہ میں نے یہ انوکھا کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم خاموش رہے کہ جب یہ خود اس کام کو انوکھا سمجھ رہا ہے تو خواہ مخواہ اس کی تردید کیوں کی جائے۔

نمبر4:

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب

اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔

(موطا امام مالک)

جواب 1:

یہاں چند امور قابل غور ہیں۔

امر اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی تراویح کے ناقل یہ راوی ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعت	ماخذ
1	السائب بن یزید	تفصیل آگے	----
2	یزید بن رومان	23[مع الوتر]	موطا امام مالک
3	عبد العزیز بن رفیع	20	مصنف ابن ابی شیبہ
4	ابی بن کعب	20	مسند احمد بن منیع
5	یحیی بن سعید	20	مصنف ابن ابی شیبہ
6	محمد بن کعب القرظی	20	قیام اللیل للمروزی
7	حسن بصری	20	سنن ابی داؤد

یہ تمام روات بیس رکعت تراویح ہی روایت کرتے ہیں، رہے سائب بن یزید تو ان کی روایت کی تفصیل درج ذیل ہے:

سائب بن یزید کے تین شاگرد ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعت	ماخذ
1	یزید بن خصیفہ	20	السنن الکبریٰ
2	حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب	23[مع الوتر]	مصنف عبد الرزاق

3	محمد بن یوسف	تفصیل آگے	---

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سائب بن یزید کے تین شاگردوں میں سے یزید بن خصیفہ بیس اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذہاب تیئس [مع الوتر] نقل کرتے ہیں، البتہ محمد بن یوسف نے دو باتوں میں اختلاف کیا ہے۔

1: یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذہاب قاریوں کی تعداد نہیں بتاتے لیکن محمد بن یوسف نے بتائی ہے کہ دو تھے؛ ابی بن کعب اور تمیم داری۔

2: اول الذکر دو راوی تراویح بیس ہی نقل کرتے ہیں لیکن اس نے تراویح کی تعداد گیارہ، تیرہ اور اکیس نقل کی۔

محمد بن یوسف کے شاگردوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعت	ماخذ
1	امام مالک	11	موطا امام مالک
2	یحیی بن سعید القطان	11	مصنف ابن ابی شیبہ
3	عبد العزیز بن محمد الدَّرَاوَرْدِی	11	سعید بن ابی منصور
4	محمد بن اسحاق	13	قیام اللیل للمروزی
5	داؤد بن قیس وغیرہ	21	مصنف عبد الرزاق

اس سے واضح ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد و کیفیت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں کہ---

1: پہلے تین شاگرد گیارہ نقل کرتے ہیں اور محمد بن اسحاق تیرہ، جبکہ پانچواں شاگرد داؤد بن قیس اکیس رکعات نقل کرتا ہے۔

2: امام مالک کی روایت میں گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم ہے عمل کا ذکر نہیں، یحیی القطان کی روایت میں حکم کا ذکر نہیں، عبد العزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ رکعت تو ہیں لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی بن کعب اور تمیم داری کا ذکر۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی و تمیم کا ذکر، اور داؤد بن قیس کی روایت میں حکم تو ہے لیکن گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن یوسف کی یہ روایت شدید مضطرب ہے اور اضطراب فی المتن وجہ ضعف ہوتا ہے:

والاضطراب یوجب ضعف الحدیث۔

(تقریب النووی مع شرحہ التدریب: ص234)

ترجمہ: اضطراب روایت کو ضعیف بنا دیتا ہے۔

لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب 2:

امام مالک کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ بیس کے قائل ہیں۔ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

واختار مالك فی احد قولیه ..... القیام بعشرین رکعة

(بدایہ المجتہد ج1 ص214)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا عمل اگر اپنی روایت کے خلاف ہو تو اس بات کی دلیل ہے کہ روایت ساقط ہے۔

(المنار مع شرحہ نور الانوار: ص190)

لہذا یہ روایت ساقط العمل ہے۔

جواب 3:

اس روایت کے مرکزی راوی سائب بن یزید کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ ان سے بسند صحیح مروی ہے:

عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج2 ص305 کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: چونکہ یہ روایت تمام رواۃ کی مرویات کے خلاف تھی اس لیے علماء نے اس کے بارے میں دو موقف اختیار کیے ہیں۔

- ترجیح
- تطبیق

ترجیح:

اس روایت (گیارہ رکعت) کو راوی کا وہم قرار دے کر مرجوح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

ان الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم (الزرقانی شرح موطا: ج1 ص215)

ترجمہ: میرے نزدیک غالب (راجح) یہی ہے کہ راوی کا قول "احدی عشرۃ" [گیارہ رکعت] وہم ہے۔

تطبیق:

بعض حضرات نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

1: علامہ بدر الدین عینی:

لعل هذا كان من فعل عمر اولا ثم نقلهم الى ثلاث وعشرين۔

(عمدۃ القاری: ج8 ص246)

ترجمہ: ممکن ہے یہ (گیارہ رکعت) حضرت عمر کا پہلے کا عمل ہو جو تیئیس رکعات (بیس تراویح اور تین وتر) تک جا پہنچا ہو۔

2: ملا علی قاری:

وجمع بينهما بانه وقع اولا (اى احدى عشرة ركعة فى زمان عمر) ثم استقر الامر على العشرين فانه المتوارث

(المرقاۃ علی المشکوۃ ج3 ص194)

ترجمہ: ان دونوں میں تطبیق یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ یہ پہلے کا عمل ہو، پھر بیس رکعت پر معاملہ ٹھہر گیا ہو اور یہی عمل امت میں متواتر و متوارث چلا ہے۔

3: علامہ محمد بن علی النیموی:

وجمع البيهقي بينهما كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فى زمن عمر كالاجماع۔

(حاشیۃ آثار السنن ص221)

ترجمہ: امام بیہقی نے ان میں تطبیق یوں دی کہ (ممکن ہے) پہلے یہ لوگ گیارہ پڑھتے ہوں، پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر کاربند رہے ہوں۔